دعوتِ فکر

حضرت عیسیٰؑ کے انقلابی افکار

مسیحی برادری کی توجہ کے لئے

——— تحریر : صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی ———

اہلِ اسلام کا وحی اور تاریخ کے مصدقہ اور معتمد علیہ نصوص اور شواہد کی بناء پر یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ پہلا اور آخری دین اور عالمِ انسانی کی جامع اصلاح اور فلاح کا واحد راستہ "اسلام" ہے۔ یہی وہ دین ہے جس کی تبلیغ و ترویج حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰ تک جملہ انبیاءِ سابقین نے کی' اسی دین کے اعلان و اظہار کے لئے ختمی مرتبت ﷺ مبعوث کئے گئے اور یہی وہ راستہ ہے جس پر تمام انبیاء اپنے اپنے دور میں چلتے رہے اور اپنی امت کو اس راستہ پر چلنے کی تلقین کرتے رہے۔ اسی دین کی تکمیل آنحضور ﷺ کے عہدِ نبوت میں ہوئی اور اب نہ کوئی دوسرا دین ہو گا' نہ کوئی دوسرا نبی آئے گا' اور نہ ہی کوئی دوسری امت تشکیل پا سکے گی۔ اسلام سے باہر کے تمام راستے اعتزال اور انحراف کے راستے ہیں۔ اسی اصولی عقیدے کی بنیاد پر امتِ مسلمہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اپنے نبی (ﷺ) پر ایمان کے ساتھ ساتھ جملہ انبیائے سابقین (علیہم السلام) پر ایمان لانے کی مکلف اور پابند ہے' خواہ اس نبی کے بزعمِ خویش امتی اور پیروکار مسلمانوں کے پیغمبر کے بارے میں کیسا رویہ رکھتے ہوں۔ چنانچہ مسلمانوں کی چودہ صدیوں کی تاریخ اس امر پر شاہد عادل ہے کہ یہودی اور مسیحی برادری کی طرف سے پیغمبرِ اسلام ﷺ پر مختلف زاویوں سے تنقید بلکہ توہین کے باوجود نہ زبانی اور نہ تحریری ایک بھی جملہ اہل اسلام کی طرف سے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے خلاف صادر نہیں ہوا۔ یہ محض عالمی ردِ عمل سے بچاؤ اور مختلف مذاہب کے پیروکاروں کی دلجوئی کے لئے نہیں بلکہ اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے ہے' کیوں کہ ایک مسلمان رسول اکرم ﷺ پر جان

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

چھڑکنے کے باوجود اس وقت دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے جب وہ کسی بھی دوسرے نبی کی صراحتہً یا کنایتہً توہین یا انکار کا مرتکب ہو۔ اس عقیدے میں اسلام کے اس مشترکہ ورثے کا دخل ہے جو عہد بہ عہد پہلے نبی سے آخری نبی (علیہم السلام) تک ایک دوسرے کے ہاں منتقل ہوتا رہا اور یہی ورثے کا اشتراک دراصل انسانیت کے درمیان دین کا اشتراک ہے جسے بدقسمتی سے افتراق میں بدل دیا گیا۔

عہدِ قدیم میں بیک وقت مختلف علاقوں میں متعدد انبیاء دینِ اسلام کی تبلیغ کرتے رہے اور ان کے پیروکاروں کے درمیان معمولی کدورت، رنجش، جھڑپ یا مسابقت کا ایک بھی مدھم سا نشان تاریخ میں نہیں ملتا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ پیش رو نبی اپنے جانشین نبی کے لئے اپنی امت کو اس کی نصرت، حمایت اور اطاعت کا حکم دیتا رہا۔ تا آنکہ آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے نبوت کے اس سنہری سلسلے کو مکمل کر دیا اور اپنی نبوت کی تصدیق کو جملہ انبیائے سابقین کی تصدیق کے ساتھ مشروط کر دیا اور نبوت اور رسالت کے نام پر انسانیت کے درمیان کسی بھی نوع کی تفریق، تقسیم اور تحزّب کے تمام راستے بند کر دیئے۔ خود عہدِ رسالت میں یہود و نصاریٰ کا رویہ انتہائی سوقیانہ رہا لیکن حضور ﷺ نہ تو خود کسی منفی ردعمل کا شکار ہوئے اور نہ اپنی جماعت کو کسی طرح کے تعصب اور تحزّب کی ہوا لگنے دی۔ اس سارے معاملے کی ایک جوہری وجہ یہ بھی ہے کہ نبوت کا منصب کسی سیاسی پارٹی کے سربراہ کا منصب نہیں اور نہ ہی کسی برادری کے سرپنچ کا! جہاں دوسری پارٹیوں سے اختلاف اور دوسری برادریوں سے نفرت کے بغیر یہ عہدہ باقی رہتا ہے اور نہ پارٹی اور برادری کا تشخص۔ بلکہ نبوت خالصتاً الٰہی پروگرام کی تکمیل کا منصب ہے جو اپنے احاطے میں پوری بنی نوع انسان کو لئے ہوتا ہے اور نوعِ انسانی نام ہے کالے اور گورے کا، شرقی اور غربی کا، عربی اور عجمی کا، شہری اور بدوی کا، امیر اور غریب کا، ایشیائی اور افریقی کا، اور ہر اس شخص کا جو اولادِ آدم ہے۔ چنانچہ دائرۂ نبوت میں کسی کشمکش، کسی مغائرت، کسی حسد، کسی مسابقت، کسی تردید اور کسی مشاجرت کا کوئی امکان نہیں۔ اس لئے نبوت کے پورے سلسلے میں ایک بھی کڑی کہیں ٹوٹی ہوئی یا الجھی ہوئی نظر نہیں آتی۔ ہماری اس فلاسفی پر تاریخ کے دور اور نزدیک کے تمام گوشے برابر روشنی ڈال رہے ہیں۔

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

لیکن بعد میں کیا ہوا؟ اس کی بھی ایک تاریخ ہے جس سے ہر اہلِ علم باخبر ہے۔ جب تک تو "اسلام" "بطور" "دین" "رہا، خیر اور نصح کے جذبے کے ساتھ تمام معاملات چلتے رہے، لیکن یار لوگوں کو جب فرقے اور گروہ سوجھے تو کوئی یہودی بن بیٹھا اور کوئی عیسائی، اور خود اپنے انبیاء کی تعلیمات کو اپنی خواہش اور مفاد کے قالب میں ڈھال لیا۔ آج جو مذہبی خانے میں مذہب کے اندراج پر احتجاج اور گستاخِ رسول ﷺ کی سزا پر اعتراض ہوتے ہیں، یہ سب اسی ذہنیت کا شاخسانہ ہے۔ اس سب کے باوجود کوئی مسلمان کسی کونے کھدرے میں چھپ کر بھی حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ کے نبی ہونے پر شک کا اظہار کرتا ہے اور نہ ان کی شخصیت پر کوئی اعتراض۔ بلکہ اگر دل میں بھی برا سوچے تو وہ سب کچھ ہو سکتا ہے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس کی یہ سوچ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی جوہری تعلیم کے منافی ہے۔ اگر دینی جذبے اور اخلاصِ نیت کے ساتھ اسلامی انقلاب کے فلسفے کا مطالعہ کیا جائے تو عیسائیوں اور یہودیوں کو اہل اسلام کے دوش بدوش ہو کر اس اسلام کے غلبے کے لئے کام کرنا چاہئے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا دین رہا ہے اور اسی دین کی حقانیت کے لئے حضرت موسیٰ نے فرعون اور آل فرعون سے ٹکر لی اور حضرت عیسیٰ انہی کوششوں کے باعث شرپسندوں اور باطل پرستوں کے ہاتھوں تختہ دار تک پہنچائے گئے، لیکن (مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق) وہ خدائی سکیم کے تحت بچ گئے۔ چونکہ حضرت موسیٰ نبوت کے عہدِ وسطیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان کی شریعت کا وہی عہد تھا جو ختم ہو گیا اور حضرت عیسیٰ خود اپنے قول کے مطابق "بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش" میں رہے، اس لئے ان کا دور بھی نہ رہا جبکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے پیش رو تمام انبیاء کی جزوی کوششوں کو بتمام و کمال نتیجہ خیز بنایا، ان کی علاقائی جدوجہد کو عالمی رنگ بخشا، ان کی قومی دعوت کو بین الاقوامی دعوت کے قالب میں ڈھالا، ان کی وقت کی آواز کے ساتھ مشروط تبلیغ کو ابدی حیثیت اور ہمہ گیر نوعیت عطا کی۔ اس لئے آپ ﷺ کا مشن اب عالمی، آپ کا پیغام اب بین الاقوامی اور آپ کی دعوت اب بنی نوع انسان کی دعوت کا درجہ رکھتی ہے۔ لہٰذا اب ان تمام لہروں کو ایک دھارا بننا چاہئے اور عالمی اسلامی انقلاب کا مخلص کارکن بن کر اس "اسلام" کو پوری دنیا کا دین بنانا چاہئے جس کی تبلیغ اپنے

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid

اپنے عہد میں موسیٰؑ و عیسیٰؑ کرتے رہے۔ قرآن مجید سے ہٹ کر بھی اگر ان دو جلیل القدر پیغمبروں کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو بعد کی تحریفات کو حذف کر کے باقی وہی کچھ ہے جو پیغمبرِ آخرالزمان ﷺ نے کہا اور کیا۔

اِس وقت ہمارے پیش نظر مسیحی برادری کو مخاطب کرنا ہے جو بوجوہ ان لوگوں کا آلۂ کار بنتی نظر آرہی ہے جنہیں سرے سے کسی مذہب اور دین سے آگہی اور وابستگی نہیں بلکہ وہ دین اور مذہب کو آثار قدیمہ کا درجہ دیتے ہیں جنہیں جھاڑ پونچھ کر تو رکھنا چاہئے لیکن زندگی میں داخل ہونے کا موقع نہیں دینا چاہئے۔ مسیحی برادری اپنی توانائیاں یوں ضائع نہ کرے بلکہ وہ بھی اہل اسلام کے ان انقلابی افراد کی ہم سفر بنے جو مروّجہ سیاست کی فریب کاریوں اور موجودہ فرقوں کی فتویٰ بازیوں سے دور بلکہ نفور ہیں۔ ایسے افراد کی رائے میں اس وقت مسئلہ "[illegible] کے بچاؤ" کا نہیں' بلکہ اس باڑھ کی حفاظت کا ہے جو کسی طرح محفوظ نہ رہ سکی تو انسانی دنیا بھیڑیوں کے جبڑوں میں چلی جائے گی۔ ایک نہیں کئی بھیڑیئے خونیں دہانے کھولے ہنکار رہے ہیں' استعمار کا بھیڑیا' ظلم کا بھیڑیا' جرم کا بھیڑیا' ہوس کا بھیڑیا' نفرت کا بھیڑیا' رنگ و نسل اور زبان کا بھیڑیا' بارود کا بھیڑیا' ہولناک کشیدگی کا بھیڑیا' انسان پر انسان کے کنٹرول کی خواہش کا بھیڑیا' خود بیزاری اور مردم آزاری کا بھیڑیا' آخر کس کس بھیڑیئے کا نام لکھا جائے۔

حضرت انسان کی جان اور آبرو کا صرف اسی ایک صورت میں بچنے کا امکان ہے کہ وہ ان معصوم اور پوتر' خدا کے محبوب' زمانے بھر کے محسن' ذاتی آلائش اور جذبۂ ستائش سے بالا' بندگیٔ رب اور محبتِ آدم کا درس دینے والے انبیاء کرام کی تعلیمات کو بے میل اور بے لوث طریقے سے سمجھے اور انہیں روبہ عمل لانے کا جتن کرے۔ اس لئے کہ نبوت کی فکر کسی خانے میں بٹی ہوئی نہیں سارے زمانے کے لئے ہوتی ہے۔ انہیں خدا کا قرب بندوں سے پیار میں ملنے کا راز معلوم ہوتا ہے' وہ کسی کے حریف بن کر نہیں آئے سب کے دوست بن کر رہے۔ وہ خود کسی پر غلبے کی خواہش نہیں رکھتے بلکہ عالم پر خیر' نفس پر ضبط' جرم پر رحم' ظلم پر عدل' آزار پر پیار اور حیوانیت پر انسانیت کے غلبے کا پروگرام رکھتے تھے۔ مکر' ناز اور جبر کے نمائندوں نے ان میں سے کئی کو دیس نکالا دیا' کسی کو آرے میں

© rasailojaraid.c

رکھ کر چیرا' کسی کو بن باس پر مجبور کیا' کسی کو زہر دیا' کسی کو قتل کیا اور کسی کو سولی پر چڑھایا۔ اب ہم سب کا فرض ہے کہ مکر' زر اور جبر کے سالخوردگرگ کے ہلتے دانت جڑوں سمیت اکھیڑلیں تاکہ ان مظلوم انبیاء کی روحوں کو سکون بہم پہنچا سکیں' جنہوں نے صرف اور صرف ہماری خاطر' ہم انسانوں کی خاطر' انسانوں کی آبرو کی خاطر خود کو نمرود کے الاؤ کی نذر کیا' اپنے آپ کو ٹکٹکی پر بندھوایا' اور بنفس نفیس ہجرت کا عذاب سہا۔

حضرت مسیحؑ عہدِ رومتہ الکبریٰ میں مبعوث ہوئے اور اپنے انقلابی پروگرام کا آغاز فرمایا۔ رومی عہد اس لحاظ سے اگرچہ ایک یادگار عہد ہے کہ اس نے قبائلی سرداری کی جگہ باقاعدہ ایک ریاست اور حکومت کی بنیاد رکھی جس میں بین الاقوامی شان جھلکتی تھی' یوں سوچ کا افق اور عمل کا دائرہ بہت حد تک وسیع ہوا' لیکن اس کے بطن سے استعماریت کا منحوس بچہ برآمد ہوا۔ اسی طرح روم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے دنیا کو پہلی بار ایک تحریری دستور اور باقاعدہ نظامِ قانون سے روشناس کرایا لیکن وہ آئین اور قانون اس اعتبار سے ناقص بلکہ باعث شرم تھا کہ اس میں انسانوں کو مختلف خانوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ جسٹینین جو پہلے باضابطہ آئین کا خالق اور روم کا بادشاہ تھا اس نے اپنے نظام تعزیرات میں سزاؤں کے نفاذ کے لئے طبقاتی امتیاز ملحوظ رکھا۔ جہاں قانون خود بالاوپست میں تفریق روا رکھے وہ معاشرہ کیسے قابل رشک ہو سکتا ہے؟ ایسے آئین کے ہوتے ہوئے متوقع تھا کہ غریب بیچارے پستے اور امراء داد عیش دیتے رہیں' چنانچہ اسی طرح ہوا۔ رومی تہذیب ایک عیاش تہذیب ثابت ہوئی۔ ایسے ماحول میں کہ جب رومیوں کے عیش کدے غریبوں کا مذاق اڑانے لگے' محلات کے چراغوں میں غریبوں کا خون جلنے لگا' فلک بوس بنگلوں میں اینٹ' گارے اور مسالے کی جگہ غریبوں کا پسینہ خون اور ہڈیاں کام آنے لگیں تو اُس وقت حضرت عیسیٰؑ بن مریم کی صدائے انقلاب ابھری اور رومی عیش کدوں کے درودیوار سے جا ٹکرائی۔ سرکاری فقیہ اور ریاکار فریسی آپ کی مخالفت میں آگے آگئے۔ ایسے ہی لوگوں کے جُبّوں' حُلّوں' عباؤں' قباؤں اور عماموں کی اوٹ میں عہدِ قدیم میں اور آج بھی امراء اور سلاطین اپنا دھندا چلاتے اور عام لوگ اس ڈر سے اف نہ کرتے کہ کہیں ارتداد کا فتویٰ نہ لگ جائے۔

© rasailojaraid
© rasailojaraid

عیسیٰ روح اللہ کا خاندان اگرچہ خود معبد اور ہیکل کا خادم اور متولی چلا آ رہا تھا لیکن اس بے تاب روح کی حامل بے عیب اور بے لوث شخصیت نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ سیاسی استبداد، انتظامی جبر اور مذہبی ریاکاری کے نقاب کا آخری تار تک نوچ کر دم لیں گے۔ آپ نے معبد اور ہیکل کے توسط سے شاہی ایوان کا قرب حاصل کرنے کے بجائے بحیرۂ احمر کے کناروں پر آباد ملاحوں اور مچھیروں کی بستیوں کا رخ کیا، ان میں روح انقلاب پھونکی، درس حریت دیا اور اس کام کے لئے آمادہ و مستعد بنانے کا سلسلہ شروع کیا۔ ریاستی طاقت اور حکومتی وسائل کے مقابلے میں اپنے اور اپنے پیروکاروں کے اندر ضبط، عدم تشدد اور نظم کا وصف پیدا کیا۔ اگرچہ مد مقابل طاقت کے پاس تلوار تھی مگر آپ کی بات اور آپ کے پیغام میں تلوار سے بھی زیادہ کاٹ تھی۔ طبقہ امراء تک جب آپ کے وعظ، خطبے اور درس کے حصے پہنچتے تو وہ غصے، قہر اور انتقام کے جذبات سے تلملا اٹھتے۔ شروع شروع میں امراء اور رؤساء حسب عادت کسی جوابی کارروائی سے گریز کرتے رہے اور یہ سمجھ کر ٹالتے رہے کہ ان ملاحوں، مچھیروں، گھسیاروں اور لکڑہاروں کی جماعت سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟ یہ بیچارے ایک دھمکی کی تاب نہیں لا سکتے۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ بعض اوقات نمرود کی "خدائی" کا زعم توڑنے کے لئے ایک مچھر ہی کافی ہوتا ہے۔ جناب عیسیٰ کی روزمرہ زندگی اپنے انقلابی پروگرام کا جیتا جاگتا مرقع تھی۔ غریبوں کا سا کھاجا، پہناوا اور اوڑھاوا۔ مسکینوں جیسی وضع قطع اور بود و باش، عام لوگوں کی طرح کا رہن سہن اور انداز زیست۔ آپ کی ذات میں طمع، جلبِ زر، ہوسِ دنیا، لذت اندوزی، آسائش طلبی اور حبِ جاہ نام کو نہ تھی۔ انسانوں سے پیار اور ان کی خدمت آپ کا نمایاں وصف تھا۔ قریہ قریہ گھوم پھر کر ضرورت مندوں کی خبر گیری کرتے، بیماروں کی مزاج پرسی اور دردمندوں کی غمخواری فرماتے۔

آپ کی بے لوثی، بے غرضی اور جرأت رنگ لائی، سینکڑوں ہزاروں دل انقلاب کی تپش سے آشنا ہو گئے، لوگوں کے ضمیر اور ذہن چمک اٹھے، بیسیوں افراد اپنا سب کچھ تج کر آپ کے حواری بن گئے۔ تاریخ کی مکروہ روایت کے مطابق کوئی وڈیرہ، تمن، خان، نواب، زمیندار، چودھری، سرکاری اہلکار اور مراعات یافتہ شخص آپ پر ایمان نہ لایا۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

آپؐ کے جاں نثاروں میں کوئی مچھیرا تھا اور کوئی رنگساز، کوئی باربردار قلی اور کوئی گھسیارا تھا، کوئی چمڑا رنگنے کا کام کرتا تھا اور کوئی چرواہا تھا۔

آپ کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ دولت مندوں کی خرمنِ ہوس پر برق بن کر گرتا۔ آپ کا وعظ ان لوگوں کی رگوں میں نشتر بن کر چبھتا جن کے ایک ایک ریشے میں حرام خون اور فاسد مادہ بھرا ہوا تھا۔ آپ کے خطبے مترفین کے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی طرح داخل ہوتے۔ آپ کے شعلہ فشاں مکالمے اربابِ اقتدار کے لئے موت کے سندیسے ہوتے۔ آپ کے درس کی طوفانی لہریں گھٹیا مفاد، مریض سوچ، اپاہج نظام اور غلیظ روایات کو بہا کر لے جاتیں۔ آپ کے خطبات و ارشادات پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا پرست آپ کو پھانسی دینے کے منصوبوں کے علاوہ کیا سوچ سکتے تھے؟ کہ لفظ آگ برساتے، لہجہ شعلے اگلتا، حرف چنگاریاں بھڑکاتے، انداز طوفان اٹھاتا، آہنگ قیامت برپا کرتا اور پیغام ہلچل مچاتا تھا۔ آپ کی نظر کسی زر پرست پر پڑتی تو فرماتے:

"اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہوں۔" (انجیل)

احبار و رہبان کی حکومت نواز، عوام دشمن اور ریاکارانہ روش کے خلاف آپ ہمیشہ سراپا احتجاج رہے۔ آپ ہیکل کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو جاتے اور بآوازِ بلند ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے:

"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ آسمان کی بادشاہت لوگوں پر بند کرتے ہو کیوں کہ نہ آپ اس میں داخل ہوتے ہو اور نہ داخل ہونے والوں کو داخل ہونے دیتے ہو۔ اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ ایک مرید کرنے کے لیے تری اور خشکی کا دورہ کرتے ہو اور جب وہ مرید ہو چکتا ہے تو اسے اپنے سے دوگنا جہنم کا فرزند بناتے ہو۔

اے اندھے رہنماؤ! تم پر افسوس ہے جو کہتے ہو کہ اگر کوئی مقدس کی قسم کھائے تو کچھ بات نہیں، لیکن اگر وہ مقدس کے سونے کی قسم کھائے تو اس کا پابند ہوگا۔ اے احمقو اور اندھو! کون بڑا ہے؟ سونا یا مقدس؟ جس نے سونے

© rasailojaraid

کو مقدس کیا!

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ پودینے اور سونف زیرے پر دھمکی دیتے ہو اور (جبکہ) تم نے شریعت کی زیادہ بھاری باتوں یعنی انصاف' رحم' اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے۔

اے اندھے راہ بتانے والو! جو مچھر کو تو چھانتے ہو اور سموچے اونٹ نگل جاتے ہو۔" (انجیل)

آپ کبھی انقلاب کا صور یوں پھونکتے :

"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر قسم کی نجاست سے بھری ہوتی ہیں۔ اسی طرح تم بھی ظاہر میں لوگوں کو راست باز دکھائی دیتے ہو مگر باطن میں ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہوئے ہو۔

اے سانپو! اے سانپ کے بچو' تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے؟" (انجیل)

(یہ جملہ اقتباسات' متی باب ۲۳' اور آیات ۱ تا ۳۶ سے لیے گئے ہیں۔)

کبھی آپ اپنے کارکنوں کو تلقین فرماتے:

"دیکھو یہ فقیہ اور فریسی جو موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں جو کچھ وہ بتائیں وہ سب کرو اور مانو' لیکن ان کے سے کام نہ کرو۔ وہ اپنے سب کام لوگوں کے دکھاوے کے لئے کرتے ہیں' وہ بڑے بڑے تعویذ بناتے ہیں' اپنی پوشاک کے کنارے چھوٹے رکھتے ہیں' ضیافتوں میں صدر نشینی اور معبدوں میں بلند و بالا کرسیاں اور بازاروں میں سلام لینا اور خود کو ربی کہلانا پسند کرتے ہیں۔"

بہرکیف حضرت مسیحؑ نے اپنے حیات بخش پروگرام کے ذریعے معاشرے میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد کئی صدیوں تک لوگوں کے لئے عمدہ سیرت و کردار کا نمونہ بنے رہے۔ آپ نے بیک وقت روم کے حکمرانوں کی شہ خرچیوں' یہودی فریسیوں کی ابلیسی چالوں' اور طبقہ امراء کی خرمستیوں کے خلاف جہاد کیا' اسی جہدِ مسلسل اور مثبت

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

اور حیات آفریں اقدام کا نتیجہ تھا کہ روم کے عظیم فرمانروا اس تحریک اور دباؤ کا مقابلہ نہ کرسکے اور خود عیسائی مذہب اختیار کرلیا، لیکن یہی روم بعد میں دین و مذہب سے بیگانہ ہو کر ظلم و جبر اور لہو و لعب میں مبتلا ہو گیا اور رفتہ رفتہ ہوسِ ملک گیری کا اسیر بن کر ارد گرد کے پڑوسیوں کے لئے شامت بن گیا اور ایک عرصے بعد اس کی استعماری نخوت اور خود سری کا خاتمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوا۔

حضرت عیسیٰؑ کے ان انقلابی افکار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیمات میں سرِ مو فرق نہیں، نہ لفظوں کا اور نہ لہجے کا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں فکر کا یہ تسلسل دراصل دلیل ہے ایک ہی ذریعۂ علم کی اور وہ ہے وحیِ الٰہی۔ اور الٰہی مشن فی الحقیقت انسانیت کی دنیوی اصلاح اور اخروی فلاح کا مشن ہے جس کی تکمیل میں ہر نبی اور رسول نے حصہ لیا اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تکمیل فرمائی

مسیحی برادری کو چاہئے کہ علم و فضل اور معلومات و ابلاغ کے اس دور میں وہ اپنے درمیان کے فقیہ اور فریسی پہچانیں جو انہیں اسی دجل و تلبیس سے گمراہ کئے ہوئے ہیں جس طرح زمانہ قدیم میں احبار و رہبان نے عوام کو کر رکھا تھا اور لاکھوں لوگ سرچشمۂ ہدایت اور رسولوں کی قیادت سے محروم ہو گئے۔

مسئلہ اِس وقت گروہی نوعیت کے مفادات اور تشخصات کے حصول اور استحکام کا نہیں بلکہ مذہب (دین) کو ایک انقلابی قوت کے طور پر اربابِ زر و جاگیر اور اعیانِ سلطنت، اور ان کے اعوان و انصار کے خلاف استعمال کر کے صالح انقلاب برپا کرنے کا ہے جن کی دسیسہ کاریوں اور بداعمالیوں نے معصوم بچوں تک سے ان کی معصومیت چھین لی ہے اور ہر فردِ بشر کو اسیرِ ہوس اور شیدائے جرم بنا کر رکھ دیا ہے۔ کیا ہم چاہیں گے کہ ہم ایک ہوس پرست مجرم، سنگدل، خائن اور بے رحم نسل کے پیش رو کہلائیں؟ ہرگز نہیں۔

چند مچھلیوں نے پورا جل گندا کر رکھا ہے، ورنہ انسان کے ہاتھ میں آج بھی نبوت کی شمع ہے جس کی روشنی میں وہ اپنی فلاح کا راستہ ڈھونڈھ سکتا ہے اور خدا کسی راہ ڈھونڈنے والے کو منزل سے محروم نہیں کرتا۔

© rasailojaraid